روزنامہ

خطبہ نمبر (۳)

الفضل قادیان

یوم ــــ چہارشنبہ

The ALFAZL QADIAN.

ٹیلیفون نمبر ۳۲

رجسٹرڈ ایل ۳۵۱

جلد ۳۴ | ۳۰ ماہ صلح ۱۳۲۵ ہش | ۲۶ صفر ۱۳۶۵ ھ | ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء | نمبر ۲۶

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۹ ماہ صلح سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج سوا آٹھ بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع منظر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمدللہ

حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ فالحمدللہ

خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ میں بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے خیرو عافیت ہے ؛

خطبہ جمعہ

تبلیغی جہاد میں شامل ہونے والے واقفین زندگی اپنے ناموں سے اطلاع دیں

وقف تجارت میں احمدی احباب اپنے نام لکھائیں

تعلیمی ادارے احمدی بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینے اور قابل بنانے کے متعلق اپنا فرض ادا کریں

احمدی عورتیں بچوں کے دلوں میں اسلام کیلئے بڑی سے بڑی قربانی کرنیکا شوق پیدا کریں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء

(مرتبہ :۔ مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالےٰ نے آج پھر مجھے

خطبہ دینے کی توفیق

عطا فرمائی ہے۔ گو ابھی صحت ایسی اچھی تو نہیں۔ کہ میں بیٹھ کر سجدہ کر سکوں۔ بلکہ تکیوں پر ہی سجدہ کرتا ہوں۔ سجدہ کرنے کے لئے اگر بیٹھوں تو کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کھڑا ہوں تو بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تین چار دن سے میں بغیر کرچز کے چلتا ہوں جسکی وجہ سے گھٹنوں میں درد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹری مشورہ یہی تھا۔ کہ جب اس درد سے آرام آجائے تو مجھے تھوڑا تھوڑا چلنا چاہیئے۔ تاکہ جوڑ اپنی جگہ پر رک نہ جائیں۔ میں نے سمجھا کہ اس حالت میں جبکہ میں چلنے لگ گیا ہوں مجھے خطبہ کے لئے ضرور جانا چاہیئے۔ سیڑھیاں کرچز کے سہارے چڑھ لونگا۔ اور منبر تک بغیر کسی سہارے کے چلا جاؤنگا۔ اگر اللہ تعالےٰ رحم فرمائے اور خطبہ سے مجھے کوئی خاص تکلیف پھر دوبارہ نہ ہو جائے۔ اور وہ اپنے فضل سے موجودہ تکلیف برداشت کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ تو میں امید کرتا ہوں۔ کہ انشاءاللہ جلد ہی باہر کے کاموں کی دیکھ بھال شروع کر دونگا۔ میری یہ بیماری نہ صرف اس لئے تکلیف دہ تھی۔ کہ بیماری تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بلکہ یہ اس لئے بھی بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہوئی کہ ایسے موقعہ پر آئی جبکہ

ہمارے مبلغین کے وفود غیر ممالک

کو جانے والے تھے۔ اور جلسہ سالانہ بھی قریب تھا۔ وفود کا باہر بھیجنا کوئی معمولی کام نہیں۔ ایک نادان اور

ایڈیٹر :۔ غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا

کوتہ بین انسان کے نزدیک کسی وفد کا بھیجنا کوئی اہم کام نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسے موقع پر بے انتہا کوشش اور متواتر سرعت کے ساتھ تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے

گذشتہ ایام میں پچیس ۲۵ مبلغ غیر ممالک میں

بھیجے ہیں۔ اور آٹھ نو کے قریب تیار ہیں۔ جو جلدی ہی باہر جانے والے ہیں۔ لیکن ان کے چلے جانے پر ہمارا کام پورا نہیں ہو جائیگا۔ بلکہ ان پچیس ۲۵ مبلغوں کے جانے کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم نے اپنے گھر کے

پچیس نئے دروازے

کھولے ہیں۔ اور جو لوگ ان دروازوں میں سے داخل ہونگے۔ وہ اپنی ضروریات کو ہمارے سامنے پیش کریں گے۔ چنانچہ ایک ملک سے

مبلغین کی طرف سے دو تاریں

آئی ہیں۔ ایک تار میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں دس مبلغ بہت جلد بھیجے جائیں۔ کرایہ اور دیگر اخراجات کا انتظام ہم کریں گے۔ اور دوسری تار میں انہوں نے یہ اطلاع دی ہے۔ کہ جماعت نے مطلوبہ مبلغین کے لئے کرایہ اور دوسرے اخراجات کے لئے کئی ہزار روپیہ جمع کر لیا ہے۔ اب ہمیں فوراً مبلغین بھیج دیئے جائیں۔ اسی طرح

ایک اور جماعت سے اطلاع

آئی ہے۔ جو ہے تو اس جماعت کی قدرت اور طاقت سے باہر۔ لیکن رپورٹ آئی ہے کہ اس ملک کی جماعت میں ایک جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور آپس میں انہوں نے تجویز کی ہے۔ کہ

ڈیڑھ لاکھ یا اس سے زیادہ روپیہ

جمع کیا جائے۔ اور پھر خلیفہ وقت کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی جائے تاکہ مصلح موعود والی خواب میں وہ بھی شریک ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ میں دوسرے ملکوں کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس خواب میں ان کے ملک کا بھی حصہ ہو۔ اور وہ بھی اس میں شریک ہو جائیں۔

ایک اور جگہ سے تار

آئی ہے۔ کہ وہاں انگریزی پڑھانے والے مدرسین کی بہت ضرورت ہے۔ اور بی۔ اے۔ بی ٹی پاس لوگوں کی وہاں بہت کھپت ہے۔ گو یہ تبلیغ کا حصہ نہیں۔ لیکن اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت میں یہ لوگ بہت ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ یہ سب امور ایسے ہیں جو فوری طور پر کام کی طرف توجہ چاہتے ہیں۔ بہرحال ہم انکی اس مانگ کو پیچھے نہیں ڈال سکتے اور اس وقت ہمارے پاس ایسے مبلغ موجود نہیں جن کو ہم فوری طور پر ان کے پاس بھیجدیں۔

نئے مبلغ

اس صورت میں ان کے پاس بھیجے جا سکتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپکو وقف کیا ہوا ہے۔ اور انکو ابھی تک بلایا نہیں گیا۔ ان میں سے کچھ مولوی فاضل ہوں یا بعض انگریزی اعلےٰ تعلیم رکھتے ہوں مثلاً بی۔ اے یا ایم۔ اے ہوں۔ اگر ایف۔ اے یا انٹرنس پاس ہوں۔ تو انہیں بھی کام پر لگایا جا سکتا ہے ایسے لوگوں کو وہاں بھجوایا جائے۔ اور وہاں کے مبلغین ان کو خود تیار کر لیں۔ لیکن یہ کہ ہم ان کو تیار شدہ مبلغ دیں یہ ہمارے لئے فی الحال مشکل ہے۔

مجھے اس بیماری میں

دل کو کمزور کرنے والی دوائیاں

دی گئی ہیں۔ کیونکہ اس مرض کا علاج ایسی ہی دوائیوں سے ہوتا ہے۔ اور چونکہ مجھے دن میں ہر چار چار گھنٹے کے بعد دوائی دی جاتی تھی۔ اس لئے طبعی طور پر میرے

حافظے پر ان دوائیوں کا اثر

پڑا۔ اور میں بعض دفعہ بات کرتا کرتا بھول جاتا کہ کیا کہنے لگا تھا۔ اور بعض دفعہ دو منٹ کے بعد بات بالکل بھول جاتی تھی۔ اور اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ اس بیماری میں ایسی دوائیاں پلائی جاتی تھیں جو مجھے ایک قسم کے نشے میں رکھتی تھیں۔ گو دوائی تو نشہ آور نہیں تھی۔ لیکن اس دوائی سے دل کی کمزوری ضعف اور نقاہت اتنی ہو جاتی تھی۔ کہ میں مدہوش سا رہتا تھا۔ شاید ہمیں اللہ تعالیٰ

اس بیماری سے بھی کوئی سبق

دینا چاہتا ہے۔ اگر ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اب میں اس پہلی تقریب پر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ (جلسہ سالانہ پر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو خطاب کرنے کی توفیق مل گئی تھی۔ اسکے بعد میں کوئی خطبہ یا تقریر نہیں کر سکا۔ اس لحاظ سے یہ پہلی تقریب ہے) کہ سترہ اٹھارہ ممالک میں ہمارے مبلغین اب گئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک ملک میں ان کے پہنچتے ہی وہاں سے تار آئی ہے۔ کہ ہمیں دس مبلغین کی فوری ضرورت ہے۔ ان مبلغین کے اخراجات اور کرایہ کے ذمہ دار ہم ہوں گے۔ میں تمام ایسے واقفین کو جن کو بلایا نہیں گیا۔ گو وہ اعلےٰ تعلیم نہ رکھتے ہوں۔ لیکن وہ سمجھتے ہوں کہ وہ مبلغ کا کام سنبھال لیں گے۔ اس غرض کے لئے بلاتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ

اپنے ناموں سے ہمیں اطلاع دیں

ہم عموماً اس وقت تک اعلےٰ تعلیم کے لوگوں کو لیتے رہے ہیں۔ یعنی عربی کے لحاظ سے مولوی فاضل اور انگریزی کے لحاظ سے بی۔ اے یا ایم۔ اے۔ بعض ایف اے بھی تھے۔ لیکن دینی لحاظ سے وہ اچھا علم رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ہم لے لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ دنیوی علم تو خود پڑھ سکتے ہیں۔ اور دینی تعلیم قرآن کریم کا ترجمہ۔ اور حدیثیں ہم ان کو پڑھا دیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسے نوجوان ہوں۔ جو انٹرنس یا ایف۔ اے پاس ہوں۔

جماعت احمدیہ کے لئے ایک اہم اعلان

دوست ایک دوسرے تک اس کا مضمون پہنچانے کی کوشش کریں

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

یہ سال چونکہ پارٹی سسٹم پر الیکشن کا پہلا سال ہے۔ اس لئے اس دفعہ الیکشنوں میں سخت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ احمدیہ جماعت کے لئے خاص طور پر مشکلات ہیں۔ کیونکہ پارٹی کے طور پر انکو نہ مسلم لیگ نے شامل کیا ہے۔ اور نہ زمیندارہ لیگ نے۔ ہاں بعض افراد کے ساتھ مسلم لیگ نے اور بعض کے ساتھ یونینسٹ نے تعاون کیا ہے مثلاً یونینسٹ نے نواب محمد الدین صاحب اول چوہدری انور حسین صاحب کو ٹکٹ دیا ہے۔ اور مسلم لیگ نے عبد الغفور صاحب قمر کو۔ پھر بعض لوکل حلقوں میں لیگ احمدیوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ اور بعض جگہ ان سے تعاون کر رہی ہے۔ اور بعض جگہ یونینسٹ احمدیوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور بعض جگہ ان سے تعاون کر رہے ہیں۔ ان حالات میں طبعاً جماعتی پالیسی مختلف علاقوں میں مختلف صورتیں اختیار کر گئی ہے۔ پھر بعض جگہ ایک پارٹی احمدیوں سے کوئی حسن سلوک کرتی ہے۔ تو دوسری جگہ اس کے احسان کے بدلہ کیلئے احمدیوں کو اسکی مدد کرنی پڑتی ہے۔ اس وجہ سے مرکز کو تمام جماعتوں کی رپورٹوں کی بناء پر بعض دفعہ فیصلہ کے بعد فیصلہ بدلنا پڑتا ہے اس سے جماعت کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ بلکہ اگر وہ اپنے سیاسی حقوق کو محفوظ کرنا چاہتی ہے تو اسے ہر منٹ پر مرکزی ہدایت کے مطابق اپنی پالیسی بدلنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس سے جسمانی اور دماغی کوفت تو ضرور ہوگی۔ لیکن سارے صوبہ کے احمدیوں کے مفاد چاہتے ہیں۔ کہ مقامی افراد اپنے احساسات کو قربان کر دیں تا مجموعی طور پر جماعت کا فائدہ ہو۔ اور یہی ایک عقلمند کا شیوہ ہوتا ہے۔ اور ہونا چاہئے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد ۲۸ / ۱ / ۴۶

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کا ضروری ارشاد

قادیان کے احمدی ووٹر جہاں جہاں بھی ہوں۔ اگر ان کے لئے یہاں پہنچنا طبعی یا اقتصادی طور پر ناممکن نہ ہو تو مرد اور عورت دونوں قسم کے ووٹروں کو توجہ دلانے کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ وقت پر قادیان پہنچکر اپنا ووٹ دیں۔ جس جس احمدی کو اس اعلان کے دیکھنے کا موقعہ ملے۔ اسے چاہیئے کہ اگر اس کے علم میں کوئی قادیان کا ووٹر باہر ہو۔ تو اسے اطلاع پہنچا دے۔

جزاکم اللہ احسن الجزا

خاکسار:- مرزا محمود احمد
۲۵/۱/۴۶

لیکن وہ قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ رکھتے ہوں۔ دینی امور سے واقفیت رکھتے ہوں۔ تو ایسے نوجوانوں کو بھی جلد ہی باہر بھیجا جا سکتا ہے۔ پس یہ وقت ہے۔ کہ

جماعت کے نوجوان

اپنی زندگیاں وقف کر کے اس کامیابی اور کامرانی کو حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں احمدیت کے لئے مقدر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ

آج ہی خدام الاحمدیہ نے شائع کیا ہے جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کو کتنی حسرت تھی اس بات کی کہ مسلمان اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے۔ کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کرتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وقف سے مراد بھی درحقیقت وہی صحابہ کا وقف ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانہ میں زندگی وقف کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہجرت فرض تھی۔ خواہ کسی حصہ میں کوئی شخص ایمان لاتا۔ اس کے لئے حکم تھا۔ کہ فوراً ہجرت کر کے مدینہ پہنچو۔ اور خدمت اسلام کے لئے اپنی جان اور اپنا مال لگا دو۔ ہمارے

وقف اور صحابہؓ کے وقف میں فرق

صرف اتنا ہے۔ کہ ہم واقفین اپنے ملک سے باہر بھیجتے ہیں۔ لیکن صحابہ دوسرے ملک سے اپنے ملک میں بلائے جاتے تھے اس زمانہ میں وقف کی یہ صورت تھی۔ کہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ جاؤ۔ ہمارے زمانہ میں وقف کی یہ صورت ہے۔ کہ اپنا وطن اور اپنا گھربار چھوڑ کر

غیر ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے چلے جاؤ

دونوں صورتوں میں گھربار چھوڑنا پڑتا ہے۔ وطن سے بے وطن ہونا پڑتا ہے۔ اور باہر جا کر دشمنوں سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پس ہمارے واقف جو حقیقی طور پر اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں۔ وہ بھی مہاجر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے وطن اور اپنے گھربار چھوڑ دیئے اور دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ تعالےٰ کا نام بلند کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

ہماری جماعت میں ابھی

بہت سے نوجوان

ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف نہیں کیں۔ اگر وہ اپنی زندگیاں وقف کریں۔ تو میرے نزدیک وہ سلسلہ کے لئے مفید وجود ثابت ہو سکتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہو گی۔ کہ تبلیغ اسلام کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت ہو اور وہ بھی پوری نہ ہو۔ اور دوسری طرف جنگ یورپ میں اپنی قوموں کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے لکھو کھا آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہو۔ اب جبکہ

اسلامی جنگ شروع

ہوتی ہے۔ تو قدرتی بات ہے۔ کہ باہر سے مانگ پر مانگ آئے گی۔ ابھی پیچھے ہی ایک ملک کے مبلغین نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ اگر ہمیں بارہ مبلغ اور مل جائیں تو دس سال کے اندر اندر

ملک کی اکثریت

احمدیت میں داخل ہو جائیگی۔ وہ تمام قسم کے اخراجات خود برداشت کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ صرف ہم سے کام کرنے والے آدمی مانگتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ افریقہ میں

ایک لاکھ شلنگ کا ایک فنڈ

قائم کیا گیا ہے۔ کہ جس کی آمد سے ہمارے وہاں کے مبلغ لٹریچر وغیرہ شائع کرینگے۔ یہ کتنی بیداری اور کتنا جوش ہے۔ جو ان ممالک میں احمدیت کے لئے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ان کے جوش اور اخلاص میں ترقی دے۔ آمین

دوسری سکیم میں نے

وقف تجارت

کی جماعت کے سامنے پیش کی تھی۔ ابھی تک اس تحریک میں ساٹھ ستر نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ میرے نزدیک اس میں کمی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے نوجوان ابھی تک فوجوں سے فارغ نہیں ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود یہ تعداد کم ہے۔ اگر یہاں کے لوگ جو فارغ ہیں۔ وہی اپنے آپ کو پیش کرتے تو یہ تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی۔ انہیں دینی فائدہ بھی ہوتا اور وہ دنیوی فائدہ بھی اٹھاتے۔

تجارت ایک ایسی چیز ہے

جس سے یہ دونو چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جس جگہ پر لاکھوں لاکھ روپیہ ہمارا سالانہ خرچ ہوتا تھا اس کی بجائے ہمیں کئی لاکھ روپیہ اس طرح سے مل جائے گا۔ اور تبلیغ بھی ہوتی رہے گی۔ تجارت کے لئے رستے کھل رہے ہیں۔ اور دوسرے ممالک کے لوگ ہمیں لکھ رہے ہیں۔ کہ آپ آدمی بھیجیں۔ ہم ان کی ہر قسم کی امداد کرینگے۔ اسی طرح ہندوستان کے متعلق بھی ارادہ ہے۔ کہ تجارت کے ذریعہ تبلیغ کے دائرہ کو وسیع کیا جائے۔ اگر ہماری یہ سکیم کامیاب ہو جائے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب ہو گی۔ تو ہمیں

مفت میں پانچ ہزار مبلغ

مل جائینگے۔ بجائے اس کے کہ ہم پانچ ہزار مبلغین پر لاکھوں لاکھ روپیہ خرچ کریں۔ ان کے ذریعہ ہمیں لاکھوں روپیہ کی آمد شروع ہو جائیگی۔ فرض کرو فی مبلغ ہمیں سو روپیہ دینا پڑے تو ایک سال کے لئے ہمیں ساٹھ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ حالانکہ بعض شہر ایسے ہیں جہاں ایک سو میں گزارہ نہیں ہو سکتا جیسے بمبئی یا کلکتہ ہے۔ ایسے شہروں میں تین یا چار سو روپیہ ماہوار خرچ دینا پڑیگا۔ لیکن اگر یہی فرض کریں۔ کہ فی مبلغ ایک سو روپیہ ماہوار دیں تو ایک مہینہ کا خرچ پانچ لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ اور

ایک سال کا خرچ ساٹھ لاکھ روپیہ

بنتا ہے۔ لیکن اگر ہمارے پانچ ہزار نوجوان تجارتی اصول پر اپنی زندگیاں وقف کریں تو ہمیں یہ ساٹھ لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی بجائے پندرہ یا بیس لاکھ روپیہ سالانہ وہ نوجوان بھجوائیں گے۔

گویا ایک صورت میں ہمیں پندرہ بیس لاکھ روپیہ کی سالانہ آمد ہوتی ہے۔ اور دوسری صورت میں ہمیں ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کتنی مفید اور جماعت کی مالی حالت کو درست کرنے والی یہ سکیم ہے۔ لیکن اس سکیم کی طرف جماعت نے ابھی تک پوری توجہ نہیں کی۔

تیسری چیز جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ

تعلیم

ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں کسی چیز کے متعلق تحریک کروں۔ تو اس کے معاً بعد اس چیز کی ضرورت محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اب تعلیم کے لحاظ سے اعلیٰ تعلیم اول کا مطالبہ ہم سے بے انتہا طور پر شروع ہو گیا ہے۔ دو ملک والوں نے لکھا ہے کہ ہمیں بائیس مبلغین دیئے جائیں۔ اور ابھی ان کے علاوہ سترہ اٹھارہ ملک ایسے ہیں جہاں ہمارے مبلغین اب گئے ہیں۔ اور ابھی ان کے مطالبے باقی ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں

چار پانچ سو مبلغین کی ضرورت

ہے۔ اور یہ علاقے ایسے ہیں۔ جن میں ایسے مبلغین کی ضرورت ہے۔ جو بی۔ اے یا ایم۔ اے ہوں۔ پھر ہمارے محکمے اتنے وسیع ہو گئے ہیں۔ کہ تین سال کے اندر اندر کارکنوں کی تعداد دگنی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ تحریک جدید نے ابھی اپنے آپ کو منظم نہیں کیا۔ وقف زندگی کرنے والے نوجوان اس میں اکثر کام کرتے ہیں۔ اگر ان کو انہی کاموں پر روک رکھا جائے۔ تو بیرونجات کے مبلغین میں کمی آجائے گی۔ اسی لئے میں نے بار بار تعلیم پر زور دیا ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ جماعت کو

دن بدن تعلیم یافتہ آدمیوں کی ضرورت

محسوس ہو رہی ہے۔ غیر تعلیم یافتہ آدمی باہر نہیں بھیجے جا سکتے۔ نہ ہی ان کے سپرد کوئی ذمہ واری کا کام کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سلسلہ کی بعض اور سکیمیں جاری ہیں۔ ان کے لئے بھی ہمیں اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سلسلہ کے دفاتر کے لئے بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے بعض دفاتر کے کام اسی لئے پوری طرح نہیں ہو رہے۔ کہ ان میں کارکنوں کی کمی ہے۔ اور نئے آدمی ہمیں اس لئے نہیں مل رہے۔ کہ

ہمارے اندر تعلیم کی کمی ہے

ہندوؤں کے اندر اس زمانہ میں بھی پندرہ پندرہ بیس بیس روپے کے کلرک مل رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے اندر تعلیم اتنی زیادہ ہے۔ کہ وہ تمام کے تمام عمدہ نوکریاں حاصل نہیں کر سکتے۔ اور جو فارغ رہ جاتے ہیں۔ وہ پندرہ پندرہ بیس بیس روپے کی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہماری جماعت میں ہندوؤں سے تعلیم نسبتاً کم ہے۔ گو دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لئے ہماری ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں میں دوسری قوموں کی نسبت زیادہ بیداری ہے۔ اور ہماری جماعت کے نوجوان دوسری مسلم جماعتوں کے نوجوانوں سے محنتی زیادہ ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کے محکموں میں ان کو عزت کی ملازمت مل جاتی ہے جس محکمہ میں ایک احمدی ہو افسر اسکو کہتے ہیں۔ کہ اور احمدی بلاؤ

ایک محکمہ کے افسر

نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میں اپنے محکمہ میں احمدیوں کو تلاش کر کر کے رکھتا ہوں۔ حالانکہ میں احمدی نہیں ہوں۔ اور نہ ہی احمدیت سے مجھے کوئی دلچسپی ہے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ

احمدی محنتی اور دیانتدار

ہوتے ہیں۔ اس لئے میں احمدیوں کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں۔ پس اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو احمدیوں کو ان کے محنتی اور دیانتدار ہونے کی وجہ سے بڑی محبت سے ملازم رکھتے ہیں۔ تو کچھ تعلیم یافتہ طبقہ تو ملازمت میں چلا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دوسری قوموں کی نسبت ہماری جماعت میں ملازمت پیشہ لوگ زیادہ ہیں۔ اور کچھ حصہ ایسا ہے۔ جو تجارت میں لگا ہوا ہے۔ اور وہ تجارت کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ آزاد کام کرنے کے عادی ہیں۔ پس ان دو چیزوں کی وجہ سے ہمیں تعلیم یافتہ آدمی کم ملتے ہیں۔ یعنی ایک تو ملازمت اور دوسرے تجارت یا صنعت و حرفت ان دونوں سے جو بچتے ہیں۔ وہ اتنے تھوڑے رہ جاتے ہیں کہ سلسلہ کی ضرورت ان سے پوری نہیں ہوتی۔ اور ہماری جماعت میں

ابھی تعلیم کی اتنی کمی ہے

کہ جب کسی علاقہ سے کسی واقف کو قادیان میں باہر بھیجنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو علاقے کا علاقہ شور مچانا شروع کر دیتا ہے۔ کہ آپ یہیں اس کو وقف سمجھ لیں۔ اس کے علاوہ کوئی شخص اس علاقہ میں کام کرنے والا نہیں ہے۔ اگر ہماری جماعت میں تعلیم زیادہ ہو تو یہ دقتیں پیش نہ آئیں۔ اگر ہماری جماعت میں زیادہ مولوی فاضل ہوں تو ہماری مشکلات بہت تک دور ہو سکتی ہیں اب تو جامعہ احمدیہ میں طلباء کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی ایک طرف سارے پنجاب کے مولوی فاضل ہوں۔ اور دوسری طرف ہمارے۔ تو پھر بھی ہمارے مولوی فاضل سے کئی گنا زیادہ ہوں گے لیکن باوجود اس کے پھر بھی ہمارے کاموں کے لئے کم ہیں۔ آج کل آٹھ نو طالب علم مولوی فاضل کا امتحان دیتے ہیں۔ لیکن غیر احمدی امتحان دینے والے جو پہلے کم ہوتے تھے اب بڑھ گئے ہیں۔ اسی لئے میں نے دوبارہ تحریک کی ہے۔ کہ دوستوں کو اپنے بچوں کو

اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے لئے

انہیں مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہیئے۔ اس پر تیس پینتیس لڑکے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے کچھ داخل ہونے کے بعد کھسکنے شروع ہو گئے۔ لیکن پھر بھی بیس پچیس باقی ہیں۔ لیکن ان پچیس سے ہمارا کام نہیں بنتا۔ پچاس سے بھی کام نہیں بنتا۔ سو سے بھی کام نہیں بنتا۔ بلکہ ہمیں

ہزاروں آدمیوں کی ضرورت

ہے۔ میں نے اس سے پیشتر جماعت کو بتلایا تھا۔ کہ اگر سو لڑکا ہر سال جامعہ سے تحصیل علم کے بعد فارغ ہو۔ تو دس سال میں جا کر ہم ہزار مبلغ تیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہر سال بمشکل پچیس طلباء جامعہ سے فارغ ہوں۔ تو اس لحاظ سے تو ہم دنیا کی مانگ کو کسی صورت میں پورا کر ہی نہیں سکتے اب

دنیا کے چاروں طرف سے مبلغین کی مانگ

آنے والی ہے۔ اور مبلغین کا کام بہت وسیع ہونے والا ہے۔ ابھی ابھی ایک جگہ سے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ضروری پیغام

تحصیل بٹالہ کے ووٹروں کے نام

میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ تمام احباب جن پر میری بات کا کوئی اثر ہو سکتا ہے تکلیف اٹھا کر بھی اور قربانی کر کے بھی آنے والے چند دنوں میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے حق میں پروپیگنڈا کرینگے۔ اور جب ووٹ کا وقت آئیگا۔ تو کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے ہوئے اپنے مقررہ حلقہ میں پہنچکر ان کے حق میں ووٹ دینگے۔

والسلام۔ خاکسار:۔ مرزا محمود احمد

نوٹ:۔ تحصیل بٹالہ کا پولنگ مختلف مقامات پر از یکم فروری ۱۹۴۶ء تا ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء ہوگا۔ اور مخصوص طور پر قادیان کا پولنگ از ۲ فروری تا ۷ فروری ہوگا۔ جس کی تفصیل کے لئے دوسرا نوٹ صفحہ ۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ۲۲/۱/۴۶

دس مبلغین کی اور دوسری جگہ سے بارہ مبلغین کی مانگ آتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس سے زیادہ کی ضرورت ہے کیونکہ مانگنے والا ڈرتا ہے کہ کہیں زیادہ مطالبہ سے کام بگڑ جائے۔ بے شک انہوں نے اس وقت بارہ مبلغوں کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن جب ہم ان کو بارہ مبلغ دیدینگے تو وہ کہیں گے اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ چوبیس مبلغ دے دیں۔ تو یہ کام ہو جائیگا۔ جب چوبیس مبلغ دیدیئے جائینگے تو پھر کہیں گے۔ کہ ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا۔ اور اندازہ کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اگر آپ چھتیس مبلغ ہمیں دے دیں تو کام ہو جائے گا۔ جب ان کو چھتیس مبلغ دے دیئے جائیں گے۔ تو وہ کہینگے کہ ہم سے غلطی ہو گئی تھی۔ اصل میں سو مبلغوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سو مبلغ دے دیں۔ تو پھر یہ کام ضرور ہو جائے گا۔ آخر ملکوں میں تغیر پیدا کرنا اور ان کے مذہب کو بدلنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بڑی جد وجہد اور بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور غیر ممالک کی جماعتوں کا تو ہمیں یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ کا خرچ خود اٹھاتی ہیں۔ اور ہم پر بار نہیں بنتیں۔ اور بعض ملک مبلغین کا کرایہ وغیرہ بھی خود برداشت کرتے ہیں۔ ہمارا کام صرف ایسے آدمی بھیجنا ہوتا ہے جو وہاں جا کر کام کریں۔ تمام فلسطین اور مصر سے جو آمد ہوتی ہے۔ وہ ہماری اس رقم سے جو ہم ان کے لئے خرچ کرتے ہیں کم نہیں ہوتی۔ اور ہمیں کچھ اپنے پاس سے ادا نہیں کرنا پڑتا۔ گویا وہ حقیقت میں آپ ہی اپنی رقم خرچ کرتے ہیں۔ پس اس وقت ایسے تعلیمیافتہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجے جا سکیں۔ جیسا کہ میں نے تحریک جدید کے شروع میں کہا تھا۔ کہ اس کے کاموں کو چلانے کے لئے

بہت سے آدمیوں کی ضرورت

ہوگی۔ روپیہ پیدا کرنے کے لئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تبلیغ کیلئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے۔ صنعت و حرفت کو سنبھالنے کے لئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تجارت کے کاموں کو چلانے کے لئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے۔ پس آج آدمیوں کی ہمیں سخت ضرورت ہے لیکن ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو مخلص اور تعلیم یافتہ ہوں۔ تعلیم کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک سکولوں اور کالجوں میں لڑکوں کی تعداد آٹھ دس گنے بڑھ جانی چاہیئے تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمارے سکول نے پہلے سے ترقی کی ہے۔ آج سے چھ سات سال پہلے ہمارے تعلیم الاسلام سکول میں چھ سات سو کے قریب طالب علم تھے۔ اور اب اس میں سولہ سو سے کچھ اوپر طالب علم ہے لیکن درحقیقت جماعت کی ضرورتوں کے مطابق یہ ترقی کچھ بھی ترقی نہیں ہے۔ مجھے یہ سنکر بہت افسوس ہوا۔ کہ ہمارے کالج میں جو احمدی لڑکے داخل ہوئے ہیں۔ ان میں اکثر ایسے ہیں۔ جو

تھرڈ ڈویژن

میں پاس ہوئے ہیں۔ کل کو احمدی والدین کالج کے پروفیسروں پر الزام لگائیں گے کہ انہوں نے ہمارے بچوں کو کچھ پڑھایا نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے لڑکے خود تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے ہیں۔ اس تھرڈ ڈویژن کے پاس شدہ لڑکوں کے فیل ہونے پر پروفیسروں پر کیا الزام آسکتا ہے۔ میں نے جماعت کے دوستوں کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ والدین کو بچپن میں

بچوں کی پوری نگرانی

کرنی چاہیئے۔ جو والدین بچوں کی نگرانی نہیں کرتے۔ اور ان کی تعلیم کی فکر نہیں کرتے وہ قتل اولاد نہیں کرتے تو اور کیا کرتے ہیں۔ یہ قتل اولاد نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ انسان بچوں کی محبت کی وجہ سے انکو تعلیم سے غافل رکھے صرف کامیابی ہی مقصود نہیں ہوتی جنت میں جانے والا انسان ادنےٰ درجہ میں جائے تو اس کو اسے خوش ہونا نہیں چاہیئے۔ جو بچوں کی روحانی تربیت مکمل نہیں کرتے۔ ان کی اولاد جنت میں گئی۔ تو ادنےٰ درجہ کی جنت میں جائے گی۔ اور جو تعلیم میں غفلت کرتے ہیں انکی اولاد کے لئے دنیاوی جنت میں سوائے

چپڑاسیوں کی جنت

کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ پس ایسے لوگوں کے لئے نہ دنیا میں عزت ہے اور نہ آخرت میں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے درس کے دوران میں بیان فرمایا کہ

دوزخ عارضی چیز ہے

اور کچھ مدت کے بعد دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔ اور انہیں اللہ تعالےٰ جنت میں داخل کردیگا۔ (جیسا کہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے) ایک امیر آدمی بھی اس درس میں شامل تھا کہنے لگا مولوی صاحب جزاک اللہ۔ پہلے اس بات کا علم نہ تھا۔ اور ڈر رہتا تھا۔ کہ ہمیشہ کی دوزخ میں پڑینگے۔ اب یہ بات سنکر سر سے بوجھ اتر گیا ہے۔ کہ آخر تو سب جنت میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں پچیس روپے دیتا ہوں تم باہر نکل کر پانچ جوتیاں کھالو۔ اس پر وہ بہت بگڑ گیا۔ اور کہنے لگا مولوی صاحب شرم کی بات ہے۔ آپ نے عام ہو کر ان طالب علموں میں میری بے عزتی کردی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تمہیں ان طالب علموں کے سامنے اتنی بات پر اعتراض ہے۔ تو جہاں تمہارے باپ دادے پڑدادے سب جمع ہونگے اور دوزخ میں تمہیں رب کے سامنے پچاس ہزار سال تک جوتیاں پڑینگی۔ کہ تم دوزخ کے عارضی ہونے پر خوش ہو گئے ہو۔ وہاں تمہیں شرم نہ آئیگی۔ لیکن ہمارے لوگ کہتے ہیں شکر ہے لڑکا پاس تو ہو گیا ہے۔ انکو یہ علم نہیں کہ جوں جوں تعلیم آگے چلتی ہے مشکل ہوتی چلی جاتی ہے۔ سکولوں کا نتیجہ عام طور پر ستر یا پچھتر فیصدی ہوتا ہے۔ لیکن کالج میں جا کر وہی نتیجہ پینتالیس فیصدی ہو جاتا ہے حالانکہ کالج میں پڑھنے والے تو وہی طلباء ہوتے ہیں۔ جو ان سکولوں سے جاتے ہیں۔ جہاں انکا نتیجہ ستر یا پچھتر فیصدی ہوتا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ طالب علم کالج میں جا کر کند ذہن ہو جاتے ہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ معیار تعلیم بلند ہو جاتا ہے۔ پس جو لڑکا پہلے ہی سکول میں تھرڈ ڈویژن میں پاس ہونے کا عادی ہو۔ وہ کالج میں جا کر کیا ترقی حاصل کر سکتا ہے ایف۔ اے اور بی۔ اے میں تو پھر بھی بعض لڑکے فسٹ ڈویژن حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ایم۔ اے میں جا کر فسٹ ڈویژن حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے بعض یونیورسٹیاں دیکھی ہیں۔ کہ جن میں آجتک کوئی طالبعلم ایم۔ اے کا فسٹ ڈویژن میں پاس نہیں ہوا۔ ہمارا ایک احمدی لڑکا ہے۔ اس نے آنرز میں بھی ریکارڈ قائم کیا۔ ایف۔ اے میں بھی ریکارڈ قائم کیا

قادیان کا پولنگ پروگرام

حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کے ووٹروں کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ قادیان کے ووٹروں کا پولنگ مردوں کے واسطے ۲ فروری و ۴ فروری و ۵ فروری ۱۹۴۶ء مقرر ہوا ہے۔ اور عورتوں کے واسطے ۵ فروری و ۶ فروری و ۷ فروری ۱۹۴۶ء مقرر ہوا ہے۔ یہ تاریخیں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جن کا ووٹ قادیان میں درج ہے۔ تحصیل بٹالہ کے باقی ووٹروں کے لئے دوسری تاریخیں مقرر ہیں۔ پس قادیان کے مرد ووٹروں کو یکم فروری ۱۹۴۶ء کی شام تک قادیان پہنچ جانا چاہیئے۔ اور مستورات کو ۴ فروری کی شام تک۔ مرد اور عورتوں کے لئے جو تین تین دن مقرر ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ ان تین دنوں میں سے جس دن چاہیں ووٹ دے سکتے ہیں۔ بلکہ ہر دن کے لئے سرکاری طور پر علیحدہ علیحدہ ووٹر مخصوص کر دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ پس پولنگ سے ایک دن قبل قادیان پہنچ جانا ضروری ہے ❊

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ۴۶/۱/۲۲

بی۔ اے میں بھی ریکارڈ قائم کیا۔ سنا گیا ہے۔ کہ جب وہ لڑکا ایم۔ اے میں آیا تو ہندو پروفیسروں نے غصے سے اُسے کہا۔ کہ دیکھو ہم تمہاری خبر لینگے وہ ... شاید کوئی الزام لگا کر خبر لیں گے۔ لیکن اس سال خبر آتی ہے۔ کہ ایک ہندو لڑکے کو انہوں نے سو فیصدی نمبر دے دیئے ہیں۔ تاکہ آئندہ کوئی لڑکا یہ نہ کہہ سکے کہ اس نے ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اگر سو فیصدی نمبر بھی حاصل کرے گا۔ تو اتنے نمبر لینے والا ایک لڑکا پہلے موجود ہوگا۔ اگر یہ بات درست ہے تو اس طرح انہوں نے اس

احمدی لڑکے کا رستہ بند کر دیا

ہے۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جوں جوں طالب علم کالج کی اوپر کی کلاسوں میں جاتا ہے۔ تعلیم سخت ہوتی جاتی ہے۔ اگر انٹرنس سے ہی طلبا تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوں۔ تو وہ ایف۔ اے میں جاکر فیل ہو جائیں گے۔ اور اگر کچھ طالب علم پاس بھی ہو جائیں تو وہ بی۔ اے میں جاکر فیل ہو جائینگے۔ وہ شخص جو اپنے لڑکے کے تھرڈ ڈویژن میں پاس ہونے پر خوش ہوتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے گتا ہیلیں۔ تورس تو ہمارا دشمن لے جائے اور چھلکا ہم لے آئیں۔ جس کا کچھ حصہ ہم جلا دیں۔ اور کچھ حصہ سے پنکھیا وغیرہ بنالیں۔ تم خود ہی بتاؤ کہ کون فائدہ میں رہا۔ ہم یا ہمارا دشمن۔ ہم دشمن کا مقابلہ اسی صورت میں کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم

اپنے بچوں کو اعلےٰ تعلیم دلائیں

خالی تھرڈ ڈویژن میں کسی بچے کا پاس ہوجانا کوئی خوشی کی بات نہیں۔ بلکہ اس بات پر خوش ہونا بھی بہت شرم کی بات ہے۔ تعلیم کی کمی کی ذمہ داری صرف والدین اور جماعت پر ہی نہیں۔ بلکہ سکول والوں پر بھی ہے۔ کیونکہ لڑکے دن کا اکثر حصہ سکول میں گزارتے ہیں۔

سکول والے

کیوں ان کی نگرانی نہیں کرتے۔ اور کیوں ان کو محنت سے کام کرنے کی تاکید نہیں کرتے۔ والدین تو ان اوقات میں اپنے بچوں کی نگرانی نہیں کر سکتے۔ پس میرے نزدیک بہت حد تک۔ اس معاملہ میں

سکول پر ذمہ داری

عاید ہوتی ہے۔ کہ اس نے کیوں نگرانی نہیں کی۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ننانوے فیصدی ذمہ داری اسکی اساتذہ پر ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سکول کے طالب علم نکمے ہوتے ہیں۔ لیکن آریہ سکولوں کے طالب علم ہوشیار ہوتے ہیں۔ کیا احمدی گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے نعوذ باللہ ان پر نحوست چھا جاتی ہے؟۔ کیا احمدی گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے؟۔ میں اس بات کو کبھی مان نہیں سکتا۔ کہ بچوں کے دماغ اچھے نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ تمہاری دس سال کی پڑھائی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ جب وہ لڑکا قادیان میں رہتا ہے۔ اس کے والدین بھی قادیان میں رہتے ہیں۔ تو جب وہ لڑکا سکول سے غیر حاضر ہوتا ہے استاد کیوں سو رہتے ہیں؟۔ کیوں اس کے والدین کو نہیں کہتے کہ تمہارے لڑکے میں فلاں خرابی ہے اس کو دور کرو؟۔ کیوں استادوں پر افیون کھانے والے کی سی حالت طاری رہتی ہے؟۔ اور کیوں نہیں وہ پانچویں چھٹے دن بولتے کہ ان لڑکوں میں یہ خرابی ہے؟۔ اور کیوں مقامی لڑکوں کے والدین کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کرتے؟ اور جو لڑکے بورڈر ہیں۔ ان کے تو وہ خود ذمہ دار ہیں ان کے والدین نے انہیں انکے سپرد کیا ہے۔ وہ ان کی تعلیم اور ان کے اخلاق کے ذمہ دار ہیں۔ پس

بورڈروں کے لئے

ان کے پاس کیا بہانہ ہے؟ کیونکہ وہ تو چوبیس گھنٹے انہی کے پاس رہتے ہیں۔ ایسے بہانے کرنے سے تو بہتر ہے۔ کہ زمین پھٹ جائے اور یہ بہانے کرنے والے اس میں سما جائیں اگر بے حیائی سے کام لیا جاتے تو اور بات ہے۔ لیکن اگر یہ استاد لڑکوں کی نگرانی کرنا چاہتے۔ کیا وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اور جو لڑکے باوجود ان کے سمجھانے کے اپنی اصلاح نہ کرتے وہ ان کے والدین سے کہتے اگر وہ بھی اصلاح کے لئے کوشش نہ کرتے تو مقامی انجمن سے کہتے۔ بار بار جلسے کرتے اور ان کے والدین کو توجہ دلاتے۔

ہٹلر نے دس سال میں

اپنی قوم کے خیالات بدل ڈالے اور ان میں ایک ایسی روح بھر دی۔ کہ وہ اس کے لئے جان پر کھیلنے کو تیار ہو گئے۔ ہر ایک بات کا انتظام خلیفہ یا انجمن کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ آخر یہ اساتذہ کس مرض کی دوا ہیں۔ ان کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ

دو پوستی

ایک بیری کے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سے ایک سپاہی گزرا تو ان میں سے ایک نے اس سپاہی کو آواز دی۔ میاں سپاہی خدا کے واسطے میری بات سننا۔ سپاہی سمجھا کہ کوئی بیچارہ مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ جب وہاں گیا تو دیکھا۔ کہ دو آدمی وہاں لیٹے ہوئے ہیں۔ سپاہی نے ان سے پوچھا۔ کیوں بھئی تم نے مجھے کس لئے بلایا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میاں سپاہی تمہیں اس لئے بلایا ہے۔ کہ یہ بیر جو میری چھاتی پر پڑا ہے۔ ذرا تکلیف کر کے میرے منہ میں ڈال دینا سپاہی کو بہت غصہ آیا۔ ایک تو بات ہی غیر معقول تھی۔ اور دوسرے وہ تھا بھی سپاہی۔ اس نے اسے گالیاں دینی شروع کیں۔ خبیث بدمعاش۔ تو نے مجھے سو گز سے بلایا۔ کمبخت تیرے ہاتھ موجود نہیں۔ کہ تو چھاتی سے بیر اٹھا کر منہ میں ڈال لے۔ اس کا ساتھی بولا میاں سپاہی یہ ایسا کمبخت ہے۔ کہ اس کی بات کچھ نہ پوچھ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا ہے۔ اس نے ہشت تک نہیں کی۔ یہی حال ہمارے ان اساتذہ کا ہے۔ ہر کام میں کہتے ہیں کہ انجمن کچھ نہیں کرتی۔ خلیفہ ہماری مدد نہیں کرتا۔ ان سے کوئی پوچھے کہ پڑھانا تم نے ہے۔ یا ہم نے؟ کیا ہمارے پاس کوئی اور کام نہیں ہے ہم اپنے محکموں کا کام کریں یا تمہارا کریں۔ یہ تمہارا فرض تھا۔ کہ اگر لڑکے کام نہیں کرتے تھے تو تم ان کے ماں باپ کو بلاتے اور اُن کو ان کے حالات سے آگاہ کرتے محلوں میں جلسے کرتے اور انکو اسکی طرف متوجہ کرتے آخر محبت اور پیار کے ساتھ ہزاروں باتیں ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ تم ان کو محبت اور پیار سے بار بار کہتے اُن کے والدین کو توجہ دلاتے تو وہ لڑکے سدھر نہ جاتے۔ اگر بفرض محال بار بار توجہ دلانے کے بعد بھی کچھ رہ جاتے جو اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو پھر تم اُن کو قواعد کے مطابق سزائیں دیتے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن وہ چاہتے ہیں۔ کہ آرام سے بیٹھے رہیں اور اُن کا کام کوئی اور کرے۔ پس میرے نزدیک اس کی

کلی طور پر ذمہ داری

سکول کے عملہ پر ہے۔ اور کالج کے لڑکوں کی ذمہ داری کالج کے عملہ پر ہے۔ اگر سکول یا کالج کا نتیجہ خراب ہو۔ اور کالج یا سکول کا عملہ اس پر عذر کرے تو میں تو کہونگا۔ یہ منافقانہ بات ہے۔ اگر لڑکے ہوشیار نہیں تھے۔ اگر لڑکے محنت نہ کرتے تھے اور اگر لڑکے پڑھائی کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے تو ان کا کام تھا کہ وہ ایک ایک کے پاس جاتے اور اُن کی اصلاح کرتے اگر وہ متوجہ نہ ہوتے تو ان کے والدین کو اس طرف متوجہ کرتے اور ان کو مجبور کرتے کہ وہ تعلیم کو اچھی طرح حاصل کریں۔

ہماری جماعت کیلئے اعلیٰ تعلیم کا حصول

اب نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم میں اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہونگے۔ تو ساری سکیم فیل ہو جائیگی۔ کیونکہ کام پر کام نکل رہے ہیں جس کی وجہ سے مانگ پر مانگ آرہی ہے۔ صنعت و حرفت کا محکمہ ہے۔ اس کے ماتحت محکمہ والے نئی نئی سکیمیں بنا کر لاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اس کیلئے آدمی لاؤ مگر چونکہ آدمی نہیں ہوتے اس لئے سکیم رہ جاتی ہے اگر پچاس سکیموں کے چلانے کا اس وقت موقع ہوتا ہے تو آدمیوں کی قلت کی وجہ سے بمشکل ایک یا دو سکیمیں چلتی ہیں اور اس طرح ایک دن کا کام بیس پچیس دن میں ہوتا ہے۔ پس ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور آدمیوں کی ضرورت کا ایک حصہ ماں باپ پورا کر سکتے ہیں اور دوسرا حصہ سکول اور کالج کے لوگ پورا کر سکتے ہیں جامعہ احمدیہ مدرسہ احمدیہ اور دوسرے باہر کے احمدیہ مدارس اس حصہ کو پورا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ صحیح رنگ میں کوشش کریں اور اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اگر آدمی نہ ملے تو لڑائی کس طرح لڑی جا سکتی ہے۔ آخر یہ تو بات نہیں کہ پھونکیں مارنے سے کام ہو جائیگا۔ ہماری جماعت کی موجودہ حالت میں آدمیوں کے نہ ملنے کی وجہ سے ویسی ہی مثال ہے جیسے بخارا میں مولویوں نے کیا۔

جب روس نے بخارا پر حملہ کیا

تو مولویوں نے یہ فتویٰ دے دیا۔ کہ آگ سے عذاب دینا منع ہے۔ اور چونکہ توپوں میں آگ استعمال ہوتی ہے۔ اور بندوقوں میں بھی۔ اس لئے جو شخص توپ اور بندوق استعمال کرے گا۔ وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے بخارا والوں نے ان کے مقابل پر توپیں اور بندوقیں نہ بنائیں۔ جب روس نے حملہ کر دیا۔ تو چونکہ بخارا والے توپیں اور بندوقیں نہیں چلا سکتے تھے۔ اس لئے وہ تلواریں اور نیزے لیکر میدان جنگ میں ان کے مقابل پر آئے۔ ان کے میدان جنگ میں آنے پر توپچیوں نے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ بھلا توپ کے آگے تلوار کا کیا کام۔ دو تین گولوں سے ہی کئی آدمی مارے گئے۔ اور باقی سب ڈر کر بھاگ آئے۔ اور انہوں نے علماء کو کہا۔ کہ وہ تو قابو نہیں آتے۔ بہت سخت ہیں۔ علماء نے کہا۔ اچھا ہم وہ آئے لیکر جن سے بکریوں کے لئے پتے جھاڑے جاتے ہیں۔ جائیں گے اور کافروں کے پاؤں میں ڈال ڈال کر ان کو کھینچیں گے چنانچہ وہ گئے۔ اور انہوں نے قرآن کریم کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ان کی طرف پھونکیں مارنی شروع کر دیں۔ ابھی دو چار گولے ہی پڑے تھے۔ کہ مولوی بھاگ نکلے اور میدان صاف ہو گیا۔ واپس آکر کہنے لگے۔ کہ بہت خبیث شیطان معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر قرآن بھی اثر نہیں کرتا۔ ہماری جماعت کو ہر ایک عقلمند تسلیم کرتا ہے۔ اور سب کو یہ اعتراف ہے۔ کہ یہ

عقلمندوں کی جماعت

ہے۔ پھر بھی عقل و شعور رکھتے ہوئے معلوم نہیں کیوں جماعت ان مولویوں کی طرح اپنی جہالت کا ثبوت مہیا کر رہی ہے۔ آخر جماعت کو عقلمندی سے کام لینا چاہیئے۔ جہاں روپے کی ضرورت ہے۔ وہاں ہماری جماعت کو روپیہ دینا پڑے گا۔ جہاں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ وہاں ہماری جماعت کو آدمی پیدا کرنے ہونگے۔ روس کو دیکھو۔ انہیں آدمیوں کی ضرورت تھی۔ جنگ سے پہلے روس کی آبادی سترہ کروڑ تھی۔ اڑھائی کروڑ کی آبادی انہوں نے "لبھی جیز خدا دی نہ دھیلے دی نہ پا دی" کے مقولہ کے مطابق مختلف علاقوں پر قبضہ کر کے بڑھائی۔ یہ بیس کروڑ ہو گئے۔ جنگ میں اس کے ایک کروڑ کے قریب لوگ مر گئے۔

لیکن پانچ کروڑ کی نئی نسل انہوں نے پیدا کر لی ہے۔ اور اب روس کی آبادی کا اندازہ ۲۴ - ۲۵ کروڑ کا ہے۔ گویا ایک کروڑ آدمی کے مرنے کے باوجود بھی انہوں نے اپنے ملک کی آبادی بڑھائی ہے۔ یہ

زندہ قوموں کی علامت

ہے۔ بعض لوگ یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ زیادہ بچے نہ ہوں۔ تو خرچ کس طرح چلے گا۔ اس لئے نسل کم کی جائے۔ لیکن زندہ قومیں اس کی پروا نہیں کرتیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس کمی کو پورا کریں۔ اسی طرح اگر تعلیمیافتہ آدمیوں کی ضرورت ہو۔ تو پھر وہ اس کمی کو پورا کرتی ہیں۔ اگر تجارت اور صنعت و حرفت کی ضرورت ہو۔ تو اس طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ غرض جس چیز کی بھی ضرورت ہو۔ زندہ قومیں فوراً اس طرف متوجہ ہو کر اس کمی کو پورا کر لیتی ہیں۔ اور درحقیقت

بیداری کے معنے

یہی ہیں۔ کہ جہاں کہیں سوراخ ہو۔ اس کو بند کر دیا جائے۔ مگر یہاں یہ حالت ہے۔ کہ استاد کہتے ہیں۔ والدین اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور والدین کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے لڑکے ان کو سونپ دیئے ہیں۔ اب ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان کی اصلاح کریں۔ اور والدین کا یہ کہنا ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد ان کے سپرد کر دی ہے۔ اب استادوں کا کام ہے۔ کہ ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ان کی اصلاح کریں۔ اگر ان کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اور اگر وہ اپنا کام صحیح طور پر نہیں کرتے۔ اور نالائق ثابت ہوتے ہیں۔ تو یہ ان اساتذہ کی نالائقی کا ثبوت ہوگا۔ اساتذہ کو تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ لڑکوں اور ان کے والدین کو بار بار سمجھاتے کبھی کسی محلے میں جلسے کرتے۔ اور کبھی کسی محلہ میں۔ جس محلہ میں جلسہ کرتے۔ اس محلہ کے طالب علموں کے والدین کو بلاتے اور انہیں بتلاتے۔ کہ آپ کا لڑکا اتنے دن سکول سے غیر حاضر رہا ہے۔ اس میں یہ یہ کمزوری اور خامی ہے۔ اس طرح والدین کو بھی ان کی کمزوری اور خامی کا علم ہوتا۔ اگر تم اس طرح نہیں کرتے۔ تو والدین کو کیا پتہ۔ کہ وہ روزانہ سکول کا کام کرتا ہے یا نہیں۔ یا جو کام اس کو

اسکول سے ملا ہے۔ اس نے کیا ہے یا نہیں۔ اگر والدین کو ان کی ان خامیوں کا علم ہو۔ تو وہ پھر اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ شروع میں شاید نہ بھی ہوں۔ لیکن تم انہیں اس بات پر مجبور کر دو۔ کہ یا تو ہمیں اجازت دو۔ کہ ہم مارپیٹ کر ان کی اصلاح کریں۔ اور یا پھر خود ان کو باقاعدہ بناؤ۔ اس طرح

یقیناً لڑکے سدھر جائینگے

دیکھو جب چندے کی تحریک شروع ہوئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایک پیسہ سے شروع کیا تھا۔ مگر اب کم ہی ایسے ہوں گے جو چندہ نہ دیتے ہوں۔ یا جو چندوں میں سستی کرتے ہوں۔ ورنہ اکثریت ہماری جماعت میں ایسے ہی لوگوں کی ہے۔ جو دو آنے فی روپیہ یا تین آنے فی روپیہ یا چار آنے فی روپیہ بلکہ

پانچ آنے فی روپیہ تک چندہ

دے دیتے ہیں۔ (یعنی چندہ عام اور دوسرے چندے تحریک جدید وغیرہ کے ملاکر) یہ سب ترقی آہستہ آہستہ ہوئی ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ یکدم کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ تمہارا کام تھا۔ کہ تم جلسے کرتے۔ والدین کو توجہ دلاتے۔ بار بار محلوں میں جاتے اور لوگوں کو بتاتے۔ کہ ہمارے سکول کا نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ آپ لوگ کیوں اپنے بچوں کی نگرانی نہیں کرتے۔ کیوں ان کو پڑھائی کی طرف توجہ نہیں رکھتے۔ کیوں وہ آوارگی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ یا تو آپ اس کا انتظام کریں۔ یا ہمیں سزا کی اجازت دیں۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو اساتذہ کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ ضرور نکل آئے گا۔ یا تو والدین اس کی خود اصلاح کرینگے۔ یا ان کو سزا کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ ہمیں تعلیمیافتہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ سکول والے ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے عدم تعاون کر رہے ہیں۔ اور ہماری امداد کرنے کی بجائے انہوں نے سٹرائیک کی ہوئی ہے۔ جو

نکمے اور نکھٹو لڑکے

ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں دیتے ہیں۔ نہ وہ تعلیمی لحاظ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نہ ان کو محنت کی عادت ہوتی ہے۔ جب ان کو کسی کام پر لگایا جاتا ہے۔ تو وہ بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ معاہدے پر دستخط کرتے ہیں۔ پیاسا رہوں گا۔ ایک پیسہ تک

سلسلہ سے نہ لوں گا۔ جنگلوں میں جاؤں گا۔ پہاڑوں میں جاؤں گا۔ جہاں جانا پڑے۔ مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ اپنی جان و مال اور عزت کی قربانی کروں گا۔ لیکن جب اس کو کسی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ تو وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی خط بھی لکھ دیتا ہے۔ کہ چالیس روپے میں گذارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں اس کام کو چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ مجھے معاف کیا جائے۔ اور مجھے واقفین میں ہی سمجھا جائے۔ کجا وہ وعدہ جو اس نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ اور کجا اس کا یہ فعل۔ ایک واقف نے لکھا۔ کہ میں اداس ہو گیا تھا۔ اور وہاں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ اس لئے میں وہاں سے گھر آگیا ہوں۔ مجھے معاف کیا جائے۔ امید ہے کہ میرے وقف کو توڑا نہیں جائیگا۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ ایسے شخص کا وقف کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ میدان سے بھاگ کر اپنے ماں باپ کی بغل میں بیٹھا رہے یا بیوی کے پاس وقت گذارے۔ اور اس کا وقف بھی قائم رہے۔ یہ تو

عقل کے بالکل خلاف

ہے۔ ہر واقف مجاہد ہے۔ اور مجاہد پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی ذمہ داریاں ڈالی ہوئی ہیں۔ ان کو پورا کرنے والا ہی مجاہد کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک نوجوانوں میں محنت سے [illegible] نہ کرنے کی عادت کی ذمہ داری استادوں اور والدین پر عائد ہوتی ہے۔ کہ کیوں انہوں نے بچوں کو محنت اور مشقت کا عادی نہیں بنایا۔

ہمارا مقابلہ

تو ان قوموں سے ہے۔ جن کے نوجوانوں نے چالیس چالیس سال تک شادی نہیں کی۔ اور اپنی عمریں لیبارٹریوں میں گزار دیں۔ اور کام کرتے کرتے میز پر ہی مر گئے۔ اور جاتے ہوئے بعض نہایت مفید ایجادیں اپنی قوم کو دے گئے۔ مقابلہ تو ایسے لوگوں سے ہے۔ کہ جن کے پاس گولہ بارود اور دوسرے لڑائی کے ہتھیار نہ رہے۔ تو انہوں نے امریکہ سے ردی شدہ بندوقیں منگوائیں اور انہی سے اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انگلستان والوں نے کہا۔ کہ بے شک جرمن آجائے۔ ہم اس سے سمندر میں لڑینگے۔ اگر سمندر میں لڑنے کے قابل نہ رہے۔ تو پھر اس سے سمندر کے کناروں پر لڑیں گے۔ اور اگر سمندر کے کناروں پر لڑنے کے قابل نہ رہے۔ تو ہم اس سے شہروں کی گلیوں میں لڑیں گے۔ اور اگر گلیوں میں لڑنے کے قابل نہ رہے۔ تو ہم گھروں کے دروازوں تک مقابلہ کرینگے۔

اور اگر پھر بھی مقابلہ نہ کر سکے تو کشتیوں میں بیٹھ کر امریکہ چلے جائیں گے۔ مگر اس سے جنگ کرنا ترک نہیں کریں گے۔ ہمارا مقابلہ تو ایسے لوگوں سے ہے۔ اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے نوجوان دیکھے جاتے ہیں۔ جو کہتے تو یہ ہیں۔ کہ ہم بھوکے رہیں گے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم جنگلوں اور پہاڑوں اور ویرانوں میں جا بیٹھیں گے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم وطن سے بے وطن ہوں گے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اپنی

ہر ایک عزیز چیز

کو قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ لیکن جب ان کو کام پر لگایا جاتا ہے۔ تو کوئی کہہ دیتا ہے کہ میرا چالیس روپے میں گزارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے بھاگ آیا ہوں۔ کوئی کہہ دیتا ہے کہ میرا وہاں دل نہیں لگتا تھا۔ اس لئے میں کام چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور ساتھ ہی لکھ دیتا ہے۔ کہ سلسلہ میرے اس فعل پر برا نہ منائے۔ اور میرا وقف قائم رکھا جائے۔ جاتا تو وہ اپنے ماں باپ یا بیوی کی معیت میں وقت گزارنے کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ اداس ہو گیا تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا جاتا ہے۔ کہ میرا وقف قائم رکھا جائے۔ ایسے نوجوان ہیں جو ہمیں دیئے جاتے ہیں۔ ان سے کسی نے کام کیا لینا ہے۔ ہمیں تو

ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے

کہ جہاں ان کو کھڑا کیا جائے وہ وہاں سے ایک قدم بھی نہ ہلیں۔ سوائے اس کے کہ ان کی لاش ایک فٹ ہماری طرف گرے تو گرے لیکن زندہ انسان کا قدم ایک فٹ آگے پڑے پیچھے نہ آئے۔ ہمیں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو قوموں کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ ان میں سے

ہر آدمی کفن بر دوش

ہے منھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر۔ کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام کی راہ میں اپنی جانیں دیدی ہیں۔ اور کچھ انتظار کر رہے ہیں۔ یہ وقف ہے جو دنیا میں تغیر پیدا کیا کرتا ہے۔ پس

اساتذہ اور والدین کا فرض

ہے کہ وہ بچوں کی پورے طور پر نگرانی کریں اور انہیں محنت کا عادی بنائیں۔ نماز روزہ اور دیگر اسلامی احکام کا ان کو پابند کریں۔ دین کے کاموں کے متعلق ان کے اندر دلچسپی پیدا کریں۔ اساتذہ طالب علموں کے ماں باپ کو انگیخت کریں۔ کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کا پورا پورا خیال رکھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مائیں ہی اپنے بچوں کے آئندہ اچھے یا برے مستقبل کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ کیونکہ بچہ اکثر اخلاق چھوٹی عمر میں سیکھتا ہے اگر

مائیں کڑی نگرانی کریں

اور ان کے اندر کوئی بری عادت پیدا نہ ہونے دیں۔ تو وہ بڑے ہو کر بہت حد تک بری عادات سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن اگر بچپن میں ہی بچے کو چوری کی یا جھوٹ بولنے کی یا کوئی اور بری عادت پڑ جائے۔ اور والدین پیار کی وجہ سے اسے اس عادت سے باز نہ رکھیں تو وہ بڑا ہو کر اس عادت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ہمارے ملک میں مشہور ہے کہتے ہیں۔ کہ کوئی ماں تھی اس کا لڑکا چور ہو گیا۔ پھر چور سے ڈاکو بنا۔ ایک دفعہ ڈاکہ میں اس سے قتل ہو گیا۔ اس قتل کی وجہ سے اسے پھانسی کی سزا ملی۔ جب اسے پھانسی دینے لگے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے۔ کہ میں اپنی ماں سے ایک بات کر لوں۔ اس پر ماں کو بلوایا گیا۔ جب وہ آئی تو اس نے کہا۔ میں اس کے کان میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا اسی طرح کر لو۔ اس نے اپنا منہ ماں کے قریب لے جا کر زور سے اس کے کلے کو کاٹا۔ ماں چیخیں مارتی ہوئی پیچھے کو بھاگی لوگوں نے اس کو لعنت ملامت کی۔ کہ تم بڑے بدکردار آدمی ہو۔ تمہیں پھانسی مل رہی ہے۔ اور پھر بھی تم نے اس سے عبرت حاصل نہیں کی۔ اور تمہارا دل نرم نہیں ہوا۔ اب تم نے

ماں کے کلے پر کاٹ کھایا

ہے۔ اس نے کہا۔ آپ لوگوں کو علم نہیں۔ کہ مجھ کو یہ پھانسی میری ماں کی وجہ سے مل رہی ہے۔ میرا کلہ کاٹنا پھانسی کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ میری ماں کو میری جگہ پھانسی ملنی چاہیئے تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ میں چھوٹا بچہ تھا۔ لیکن آوارہ پھرا کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص میری ماں سے میرے متعلق کوئی شکایت کرتا۔ تو میری ماں اس سے لڑتی تھی کہ میرا بچہ تو ایسا نہیں۔ یہ لوگ دشمنی سے ایسا کہتے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں ان کو میرے بچے سے دشمنی ہو گئی ہے۔ میرا بچہ تو نالائق نہیں۔ میں مدرسے سے پنسل۔ کاغذ۔ قلم دوات وغیرہ چرا کر لاتا۔ تو میری ماں مجھے کہتی یہاں نہ رکھو۔ کوئی دیکھ لے گا۔ وہاں رکھو۔ اگر کوئی شخص میری چوری کے متعلق شکایت کرتا۔ تو میری ماں اسے گالیاں دیتی کہ ناحق میرے بچے کو بدنام کر رکھا ہے۔ ان باتوں سے میں چور بنا۔ اور پھر چور سے ڈاکو بنا۔ پھر ڈاکہ میں مجھ سے یہ قتل ہوا۔ جس کی وجہ سے مجھے پھانسی پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اس قتل کی ساری ذمہ واری میری ماں پر ہے۔ اس لئے اس کا کلہ کاٹا جانے کی بجائے درحقیقت پھانسی کی سزا اسے ملنی چاہیئے تھی نہ کہ مجھے۔ اسی طرح بعض لڑکے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتے ہیں اور ماں باپ روکتے ہیں۔ کہ زندگی وقف نہ کرو۔ بلکہ کسی دوسری جگہ ملازمت کر لو۔ چندہ سے دین کی خدمت کرتے رہنا۔ حالانکہ جہاں آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں چندہ سے کام نہیں بنتا۔ میرے نزدیک اس کی

ایک حد تک ذمہ داری لجنہ اماء اللہ پر

بھی ہے۔ اگر لجنہ اماء اللہ دین کی ضرورتوں اور وقف کی اہمیت کو اچھی طرح عورتوں کے ذہن نشین کرا دے۔ تو سال کے اندر اندر جس طرح کہتے ہیں کہ زمین نے اپنا کلیجہ نکال کر باہر رکھ دیا۔ اسی طرح عورتیں بھی اپنا کلیجہ نکال کر باہر رکھ دیں۔ عورتوں کا کلیجہ اولاد ہوتی ہے۔ اگر مائیں اپنے لڑکوں کو زندگی وقف کرنے اور دوسرے دینی کاموں میں حصہ لینے کی تحریک کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ نوجوان اپنے آپکو وقف کرنے لگ جائیں۔

اسلامی تاریخ میں ایک واقعہ

آتا ہے۔ کہ اسلامی لشکر کو ایک جگہ کچھ شکست ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے تمام آدمی جو مہیا کئے جا سکتے تھے اس لشکر کی مدد کے لئے بھیج دیئے مگر لشکر پھر بھی کم تھا۔ ایرانی لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اور جس مقام پر جنگ ہو رہی تھی۔ اس مقام کے درمیان اور مدینے کے درمیان کوئی روک نہ تھی۔ اسلامی جرنیل نے اس وقت ایک تقریر کی کہ تم آج

اسلام کے احیاء اور بقا کے ذمہ وار

ہو۔ اگر تم آج شکست کھا گئے تو تمہارے اور مدینے کے درمیان کوئی فوج نہیں جو اس لشکر کو روک سکے۔ اگر دشمن یہاں سے نکل گیا تو سیدھا مدینے پر جا کر حملہ کریگا۔ اس وقت خنساء نامی

ایک مشہور شاعرہ عورت

نے اپنے تینوں لڑکوں کو بلایا۔ اور کہا۔ تمہارا باپ بدکار تھا۔ میں اپنے بھائی سے قرض لا لا کر اسے دیتی رہی۔ آخر وہ مر گیا۔ اور تم چھوٹے چھوٹے رہ گئے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے تمہیں پالا۔ اور اپنی ساری زندگی پاکیزگی اور پاکدامنی سے گزاری۔ اور تم ان تمام باتوں کے گواہ ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر خنساء نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں بہت محنت مشقت سے پالا ہے۔ اور اس کے بدلے میں تم سے کوئی خدمت نہیں لی۔ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ پھر ماں نے کہا تم میرے تین بچے ہو۔ اور تمہارے بغیر میرا دنیا میں کوئی نہیں۔ اور میری محبت تمہاری خدمت سے ظاہر ہے۔ دیکھو آج اسلام پر ایسا وقت ہے کہ اسے لڑائی کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم لڑائی میں جاؤ۔ اگر شام کو فتح پا کر لوٹے تو زندہ لوٹنا نہیں تو

تمہاری لاشیں میدان جنگ میں

پڑی ہوئی نظر آئیں۔ اگر تم نے میرا یہ حکم نہ مانا تو میں قیامت کے دن تمہیں دودھ نہیں بخشوں گی لڑکوں نے کہا۔ ہاں اماں ہمیں منظور ہے۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے۔ سب سے بڑی مصیبت جو مسلمانوں کو اس جنگ میں پیش آئی وہ یہ تھی کہ ایرانی اس جنگ میں لڑائی کے سدھائے ہوئے ہاتھی مقابلہ پر لے آئے تھے۔ جب کوئی گھوڑا یا اونٹ ہاتھیوں کے سامنے آتا تھا تو بھاگ جاتا تھا۔ ایک مسلمان جرنیل آیا اور اس نے ان تینوں میں سے دو بھائیوں کو کہا کہ تم میرے ساتھ مل کر چلو۔ ہم سامنے سے ہاتھیوں پر حملہ کر دیں۔ گو موت یقینی ہے۔ لیکن امید ہے۔ کہ اس طرح باقی مسلمان بچ جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ ہاتھی پر سامنے سے حملہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ جو لڑائی کے لئے سدھائے ہوئے ہاتھی ہوتے ہیں۔ وہ آدمی کو سونڈ میں لپیٹ کر زمین سے اٹھا کر دے مارتے ہیں۔ انہوں نے جاتے ہی سردار لشکر کے ہاتھی پر حملہ کر دیا۔

دونوں بھائیوں میں سے ایک ہاتھی کے دائیں طرف ہوگیا۔ اور دوسرا بائیں طرف اور وہ جرنیل خود سامنے کھڑا ہوگیا۔ جب سامنے سے جرنیل حملہ کرتا۔ تو ہاتھی دائیں بائیں مُنہ پھیرتا۔ جب ہاتھی دائیں طرف مُنہ کرتا۔ تو دائیں طرف والا اسکی سونڈ پر تلوار مارنے کی کوشش کرتا۔ ہاتھی اسے اپنی سونڈ سے اٹھا کر زمین پر دے مارتا۔ پھر جب ہاتھی بائیں طرف مُنہ کرتا۔ تو دوسرا بھائی اس کی سونڈ پر تلوار مارنے کی کوشش کرتا۔ ہاتھی اسے بھی اپنی سونڈ سے اٹھا کر زمین پر دے مارتا۔ لیکن وہ دونوں بھائی اس کے پہلوؤں سے نہ ہٹے حتیٰ کہ انہوں نے اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ آخر ہاتھی گھبرا کر پیچھے بھاگا۔ اس ہاتھی کا بھاگنا تھا۔ کہ دوسرے اس کے ساتھ کے ہاتھی بھی بھاگ نکلے۔ اور ہاتھیوں کے بھاگنے سے دوسرے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ اور سارا ایرانی لشکر بھاگ نکلا۔ اور اسلامی لشکر نے فتح پائی پس

یہ بھی عورتیں تھیں

جنہوں نے اپنے بچوں کا میدان جنگ میں شہید ہونا پسند کیا اور ناکامی کی صورت میں ان کا مُنہ دیکھنا پسند نہ کیا۔ اور آج وہ عورتیں ہیں۔ کہ بچوں کو زندگی قربان کرنے کی تعلیم دینا تو الگ رہا۔ انہیں

زندگی وقف کرنے سے روکتی ہیں

اصل بات یہ ہے۔ کہ عورتوں میں جذباتی رنگ بہت غالب ہوتا ہے۔ اگر ان کے جذبات سے اپیل کی جائے۔ تو وہ نیکی میں کہیں کی کہیں نکل جاتی ہیں۔ ایک جنگ میں حضرت سعدؓ کمانڈر تھے۔ ان کو

ایک نومسلم سپاہی

کے متعلق شکایت پہنچی۔ کہ اس نے شراب پی ہے۔ حضرت سعدؓ نے اسے قید کر دیا۔ حضرت سعدؓ کے سُرین پر گھنبیر تھا۔ اس لئے سواری پر نہ بیٹھ سکتے تھے۔ آخر عرشہ بنوایا گیا۔ اور عرشے پر نیم دراز ہو کر حضرت سعدؓ احکام جاری فرماتے رہے۔ جہاں حضرت سعدؓ کا خیمہ تھا۔ اس کے پاس ہی وہ سپاہی قید تھا۔ جس وقت لڑائی کے نعرے بلند ہوتے۔ یا لڑائی کے میدان سے کوئی افسوسناک آواز آتی۔ تو یہ نومسلم غصے کی وجہ سے زنجیر کو کھینچتا۔ اور کہتا اسے کاش میں آج جنگ میں شریک ہوتا۔ کوئی مسلمان ایسا ہے۔ جو مجھے آزاد کر دے۔ گو میں گنہگار تو ہوں۔ لیکن اسلام کا درد میرے سینے میں دوسروں سے کم نہیں۔ مگر مسلمان سپاہی اس کو آزاد کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ حضرت سعدؓ کی ناراضگی سے ڈرتے تھے۔ آخر ان کی بیوی نے کہا۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ میں اسکی زنجیر کھول دیتی ہوں۔ مجھ سے اس کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ انہوں نے اس کی زنجیر کھول دی۔ اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ مُنہ پر نقاب ڈال کر مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔ مسلمان لشکر کے ساتھ مل کر وہ جس جگہ بھی حملہ کرتا۔ باقی لشکر کے دل بھی بڑھ جاتے تھے۔ جب شام کو لڑائی بند ہوئی۔ تو وہ بھاگ کر اپنی جگہ پر آگیا۔ اور حضرت سعدؓ کی بیوی نے اس کو پھر زنجیر لگا دی۔ حضرت سعدؓ کو شک پڑتا تھا۔ کہ آج حملہ کے وقت فلاں آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ حملہ تو اسی طرح کرتا تھا۔ پھر کہتے وہ تو قید ہے۔ وہ نہیں کوئی اور ہوگا۔ اگلے دن پھر جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو حضرت سعدؓ کی بیوی نے اسے کھول دیا۔ اور وہ پھر مسلمان لشکر میں جا ملا۔ اور

نہایت شجاعت اور بہادری

سے دشمن کے لشکر پر حملہ کرتا رہا۔ آخر شام کو جب مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور حضرت سعدؓ کو شک پڑ گیا۔ کہ حملہ کے وقت مجھے وہی سپاہی معلوم ہوتا تھا۔ جسے میں نے قید کیا ہوا ہے۔ بیوی سے کہا۔ تمہاری شرارت معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اسے کھول دیا تھا۔ میں تمہیں قانون شکنی کی سزا دوں گا۔ بیوی نے کہا۔ آپ جو سزا چاہیں۔ مجھے دیں۔ لیکن میری غیرت نے یہ برداشت نہ کیا۔ کہ میرا خاوند تو محض لڑائی کا نظارہ دیکھتا رہے۔ اور جس شخص کو اسلام کا اس قدر درد ہو۔ کہ وہ لڑائی کی آوازوں پر زنجیر کو توڑنے کی کوشش کرے۔ اسے اس طرح قید رکھا جائے۔ بیوی کی یہ دلیرانہ بات سنکر حضرت سعدؓ کا غصہ جاتا رہا۔ اور انہوں نے اس نومسلم کو معاف کر دیا۔ پس

عورتوں میں جذباتی رنگ

غالب ہوتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ کا فرض تھا کہ وہ عورتوں کے سامنے بیان کرتی۔ کہ آج اسلام کو ان کے نوجوان لڑکوں کی ضرورت ہے۔ آج اسلام کو ان کے خاوندوں کی ضرورت ہے آج اسلام کو مالوں کی ضرورت ہے۔ اور ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر چیز بلا دریغ پیش کر دیں۔ اگر یہ طریق اختیار کیا جاتا۔ تو مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ جو ایمان میں کمزور تھے۔ وہ بھی اعلےٰ اخلاص کا نمونہ پیش کرتے۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ مجھے تو میری

بیوی نے پختہ احمدی بنایا

ہے۔ جب میں تنخواہ لے کر آتا۔ تو وہ مجھے کہتی کہ کیا آپ چندہ دے آئے ہیں۔ میں کہتا کل دیدونگا تو وہ کہتی میں اس مال سے کھانا نہیں پکاؤنگی اس پر بسا اوقات مجھے آدھی آدھی رات کو جا کر چندہ دینا پڑا۔ اور جب میں رسید دکھاتا۔ تب وہ کھانا پکاتی۔ نہیں تو کہہ دیتی کہ میں حرام روپیہ سے کھانا نہیں پکاؤنگی پس

اگر عورتیں ہمارا ساتھ دیں

اور وہ بچوں سے کہیں۔ کہ اگر تم زندگی وقف نہ کرو گے۔ اگر تم اپنے اندر دینداری پیدا نہ کرو گے۔ تو میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ اور میں خدا سے کہوں گی کہ اس نے میرا حق ادا نہیں کیا۔ میرا بیٹا میرا عاق ہے۔ اس نے میرا کہا نہیں مانا۔ تو تھوڑے ہی عرصے میں کایا پلٹ سکتی ہے اگر مائیں یہ طریق اختیار کریں تو

ننانوے فیصدی لڑکوں کی اصلاح

ہو جائے۔ اور ننانوے فیصدی لڑکے تعلیم میں تیز ہو جائیں۔ اور ان کے اندر بیداری اور قربانی کی روح پیدا ہو جائے۔ میں اس موقعہ پر

جماعت کی عورتوں کو توجہ

دلاتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کو تحریک کریں کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں۔ اور جن لڑکوں کو سلسلہ قبول نہیں کرتا۔ ان کو تحریک کریں۔ کہ وہ اپنے خرچ سے بچا ہوا روپیہ

اسلام اور احمدیت کی اشاعت

کے لئے دیں۔ اگر ان کے لڑکے اس کام کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو ہر ماں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بیٹے سے کہہ دے کہ تم نے میرا حق ادا نہیں کیا۔ اور میں قیامت کے دن خدا کے سامنے تمہارے متعلق کہہ دوں گی۔ کہ یہ میرا نافرمان بیٹا ہے۔ اس نے میرا کہا نہیں مانا۔ میں دیکھتا ہوں کہ سلسلہ کے کاموں کو عظیم الشان طور پر چلانے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک عورتیں ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں جس دن عورتیں یہ طریق اختیار کریں گی۔ تم سمجھ لو کہ لڑکوں کا [illegible] کرنا بہت آسان ہو جائیگا۔ اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں بیداری سے کام کرنے لگیں گے۔ پس

تعلیم کی ترقی

ہماری جماعت کے لئے از حد ضروری ہے۔ تعلیم انسان کو صحیح راستہ تلاش کرنے اور حقیقت کے سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔ اور جو کام بھی انسان کرے اس کے لئے اس میں آسانیاں پیدا کر دیتی ہے۔ ایک دوست نے ذکر کیا کہ میرا دادا احمدی تھا۔ لیکن باپ غیر احمدی۔ میں نے خیال کیا کہ میرا دادا بزرگ آدمی تھا۔ وہ ناحق پر نہیں ہو سکتا۔ کوئی صداقت ضرور ہو گی۔ جس کی وجہ سے اس نے احمدیت کو قبول کیا۔ چنانچہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ اور میں احمدی ہو گیا۔ اب یہ نتیجہ اس کی تعلیم کا نکلا۔ اگر غیر تعلیم یافتہ ہوتا۔ تو اسے ایسا خیال بھی نہ آتا۔ خیال آتا تو ان پڑھ ہونے کے سبب سے کتب نہ پڑھ سکتا۔ پس جماعت کو اس وقت سینکڑوں نہیں

ہزاروں تعلیم یافتہ آدمیوں کی ضرورت

ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے لئے بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ تحریک جدید کے لئے بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ علاوہ ان کے پانچ ہزار واقفین تجارت کی ضرورت ہے۔ اور ہماری یہ ضرورت پوری ہو نہیں سکتی جب تک جماعت تعلیم کو زیادہ سے زیادہ مضبوط نہ کرے۔ ہماری جماعت میں اس قدر بی۔ اے اور ایم۔ اے ہونے چاہئیں کہ ہم پہلے اپنی ضرورت کو پورا کریں۔ اور جو ہماری ضرورت سے بچیں وہ ہم گورنمنٹ کو دے سکیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ بہت سرعت کیساتھ جماعت کی ترقی کے دروازے کھل رہے ہیں۔ اور وہ چیز جو ہمیں دور نظر آتی تھی بہت جلد آنیوالی ہے۔ جس رنگ میں لوگوں میں بیداری اور توجہ پیدا ہو رہی ہے وہ بتاتی ہے کہ یوسف گم گشتہ کی خوشبو اب آرہی ہے۔ یہ

ہماری ہی کوتاہی اور غفلت

ہو گی کہ ہم قافلہ نہ لے جائیں۔ اور وہاں سے یوسف کو اپنے گھر نہ لے آئیں ؛

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہیں۔ کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سکرٹری مقبرہ بہشتی)

نمبر ۷۵۱۴ ۔ منکہ عبدالواحد ولد وزیر الدین قوم ارائیں پیشہ زراعت عمر ۴۸ برس تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن چک ۲۷۶ ر.کھ ڈاکخانہ ۲۷۵ ضلع لائل پور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ جائداد نصف مربع ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد پیدا ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی نیز میں اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ عبدالواحد۔ گواہ شد:۔ سید محمد شاہ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل۔

نمبر ۸۸۹۸ ۔ منکہ مستری غلام نبی ولد ملک عمر دین قوم بھٹی پیشہ دستکاری عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن چک ۱۵۵ ڈاکخانہ بخش خاں ریاست بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۸/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ خراس قیمتی ۲۰۰ روپیہ۔ بھینس ۲۰۰ روپے۔ اوزار دستکاری ۱۰۰ روپے میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میری وفات پر اور کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ اور اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ چونکہ میرا گذارہ میری اس آمد پر ہے۔ جو کہ بذریعہ دستکاری زمیندار دں سے ششماہی وصول ہوتا ہے اسلئے میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میں اس آمد کا دسواں حصہ بھی ششماہی صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہوں گا۔ اوسطاً ششماہی غلہ تقریباً ۲۴ من پختہ وصول ہوتا ہے۔ العبد:۔ مستری غلام نبی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ نشان انگوٹھا علی محمد چک ۹ فورڈواہ۔ گواہ شد:۔ علی احمد انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۷۷۸۳ ۔ منکہ کرم داد ولد فضل داد قوم دوھن ملاح پیشہ کاشتکاری تاریخ ۱۹۰۰ء ساکن محمد اللہ پور ڈاکخانہ خاص ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۹/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔
(۱) زمین زرعی ایک بیگھے قیمتی ۱۱۰۰ روپیہ
(۲) زمین بنجر میرہ تین بیگھے قیمتی ۶۰ روپیہ۔
(۳) زمین بنجر بیلہ تین بیگھے قیمتی ۶۰ روپیہ۔
(۴) مکان رہائشی خام قیمتی ۲۰۰ روپیہ۔
نمبرا زرعی زمین ۱۱۰۰ روپیہ میں رہن ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ کرمداد نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ فضل کریم پسر موصی۔ گواہ شد و کاتب غلام محمد ولد شاہ محمد۔ گواہ شد:۔ سردار خان۔ گواہ شد:۔ محمد احمد نعیم انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۸۹۸۰ ۔ منکہ چوہدری عزیز الرحمن ولد چوہدری جواد اللہ صاحب قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن موضع بھاگیہ پور ڈاکخانہ نودیتی ضلع سلہٹ صوبہ آسام بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۸/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ مذکورہ بالا موضع میں میرے پاس پانچ بیگھہ زرعی زمین ہے۔ جس کی قیمت اندازاً ۴۰۰ روپیہ ہوگی۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس جائداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۶۵/- روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد:۔ Choudhry Aziz-ur-Rahman. Vill: Sutragar Dhakkhin Para. P.O. Santipur Distt: Nadia. Bengal. گواہ شد:۔ محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ محمد رفیق احمدی

نمبر ۹۱۸۴ ۔ منکہ رشید احمد حیات ولد بابو عمر حیات خان صاحب قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن کسوموں افریقہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۱/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ لیبر کیمپ بلڈنگ واقع کسوموں افریقہ Kaka mega road. قیمتی ۳۰۰۰ شلنگ (۲) خالی پلاٹ واقع کسوموں قیمتی ۱۰۰۰ شلنگ۔ یہ پلاٹ Sease hold ہے۔ (۳) دفتر لکڑی و دیگر بزنس قیمتی دو ہزار شلنگ (۴) لاری و کار جو اس وقت شکستہ حالت میں ہیں اور معمولی کام کاج کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی قیمت اندازاً ۳۰۰۰ شلنگ ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں میں اس ساری جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ لیکن میرا گذارہ میری تجارت کی آمد پر ہے۔ لیکن یہ آمد کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ اندازاً سالانہ آمد تجارت سے مجھے تین چار ہزار شلنگ ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر بوقت وفات میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ رشید احمد حیات C/o P.O. Box 163 Kisumu۔ گواہ شد:۔ شیخ مبارک احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مشرقی افریقہ گواہ شد:۔ شیخ عبدالغنی۔

نمبر ۸۹۰۳ ۔ منکہ رسول بیگم زوجہ چوہدری عبدالغفور صاحب قوم راجپوت عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن مراڑہ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۷/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرا مہر پانچ سو بذمہ خاوند ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں نیز اس وقت مندرجہ ذیل زیورات میرے قبضہ میں ہیں۔ جو کہ میری ملکیت ہیں۔ چوڑیاں طلائی قیمتی ۵۵/- روپے۔ بالیاں طلائی قیمتی ۸۰ روپیہ۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر کوئی اور جائداد بھی اس کے علاوہ میرے مرنے کے بعد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ رسول بیگم۔ موصیہ ٹوٹی کنڈی شملہ۔ گواہ شد:۔ عبدالغفور خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد خان دارالسلام ٹوٹی کنڈی شملہ۔

نمبر ۹۲۱۴ ۔ منکہ حکیم نبی بخش ولد امیر بخش صاحب قوم ککے زئی پیشہ طبابت عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۱ء ساکن سیالکوٹ شہر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱۲/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری موجودہ آمدنی پیشہ طبابت قریباً اوسطاً دس روپے ماہوار ہے۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ علاوہ ازیں میرے پاس اس وقت مبلغ ۳۰۰ روپے بصورت نقد ہیں۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ جلدی ادا کر دوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد میری ثابت ہوگی۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ حکیم نبی بخش موصی۔ گواہ شد:۔ اللہ دتہ محاسب حمزہ غوث سیالکوٹ۔ گواہ شد:۔ شریف احمد ولد بابو حیات محمد دہرم سالہ نانک گوسائیں سیالکوٹ شہر۔

نمبر ۹۱۷۴ ۔ منکہ جنت النساء بنت چوہدری محمد ابراہیم صاحب قوم کھٹانہ راجپوت عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن اسمٰعیلہ ڈاکخانہ بھاؤ گھیٹ پور ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳/۱۱/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد غیر منقولہ کوئی نہیں۔ منقولہ جائداد بصورت زیورات طلائی ۲۳ ۱/۴ تولے اور نقرئی ۱۷ تولے۔ مہر ۲۰۰ روپیہ بذمہ خاوند۔ اس کل جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ علاوہ اس کے اگر کسی قسم کی میری جائداد ہوگی۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ الامۃ:۔ جنت النساء۔ گواہ شد:۔ محمد ابراہیم والد موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل خالد برادر موصیہ۔

نمبر ۹۲۴۳ ۔ منکہ نذیر فاطمہ زوجہ حوالدار کلرک بشیر احمد صاحب قوم کشمیری عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن عزیز محلہ سیالکوٹ چھاؤنی۔ بقائمی ہوش و حواس

بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵ ۳۴ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ میرا حق مہر ۴۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ مبلغ ۳۰۰ روپیہ میرے پاس نقد موجود ہے۔ زیورات طلائی ایک تولہ ۱۱ ماشہ۔ پازیب نقرئی دس تولے۔ میں مذکورہ بالا جائداد کے ۱/۵ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ نذیر فاطمہ موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد خاوند موصیہ گواہ شد:۔ محمد عبداللہ سگنیلر محلہ دارالبرکات

نمبر ۹۱۶۹۔ منکہ بشیر احمد ولد جلال الدین صاحب قوم کشمیری پیشہ ملازمت ساکن عزیز محلہ سیالکوٹ چھاؤنی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵ ۳۴ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد بجز ۱۵۰۰ روپیہ کے اور کوئی نہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کر دوں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبدہ۔ بشیر احمد موصی حوالدار کلرک ۱/۱۴ پنجاب رجمنٹ۔ پشاور۔ گواہ شد:۔ محمد عبداللہ سگنیلر دارالبرکات قادیان۔ گواہ شد:۔ ملک بشیر احمد دھرم کوٹی دارالبرکات۔

نمبر ۹۲۴۵۔ منکہ ناصرہ بیگم زوجہ سید کرم شاہ صاحب قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن گوجرہ ضلع لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۴ ۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اسوقت زیور طلائی ۷ تولہ اور حق مہر ان زیورات میں شامل ہے۔ اس تمام جائداد کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اس کے علاوہ اگر کوئی اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ بعد ازیں مجھے مل جائے۔ تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ ناصر بیگم موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عبدالعزیز پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ گوجرہ۔ گواہ شد:۔ عبدالرشید ٹرنک مرچنٹ۔ گوجرہ۔ گواہ شد:۔ کرم شاہ ٹیچر ایم بی ہائی سکول گوجرہ۔

نمبر ۹۲۱۷۔ منکہ حجانی فاطمہ بی بیوہ محمد موسیٰ رضا صاحب قوم شیخ عمر ۸۰ سال بیعت ۱۸ سنہ ساکن بنگلور ریاست میسور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲ جنوری ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد کوئی نہیں ہے۔ مجھے اپنے لڑکوں سے عللہ روپیہ ماہوار جیب خرچ ماہانہ ملتا ہے جس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ہوگا میں یہ ماہ بماہ ادا کرتی رہونگی۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ حجانی فاطمہ بی موصیہ گواہ شد:۔ بشیر احمد پسر موصیہ گواہ شد:۔ محمد عبدالغنی۔

اعلان نکاح

میرے بڑے لڑکے عبدالرشید کا نکاح زبیدہ بی بی بنت ملک محمد حنیف صاحب چک ۲۲۶ گ ب سے ایکہزار روپیہ مہر پر اور چھوٹے لڑکے عبدالقدیر کا نکاح سارہ بی بی بنت ملک محمد حنیف صاحب مذکور سے ایکہزار روپیہ مہر پر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے مورخہ ۱/۱ ۳۶ء کو مسجد مبارک میں بعد نماز عصر پڑھا بقلم خود عبدالحمید لائل پور۔

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۲۹ جنوری۔ امن قائم کرنے والی کونسل میں قضیہ ایران و روس آج پیش ہونے والا تھا۔ لیکن اسے کل پر ملتوی کر دیا گیا۔ روسی اور ایرانی مندوبین اپنا اپنا کیس اسمبلی کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ اتحادی اقوام کی تنظیم امن کی کارروائی برابر جاری ہے۔

یروشلم ۲۹ جنوری فلسطین میں مظاہرات کی روک تھام کے لئے حکومت نے کچھ نئے آرڈیننس جاری کئے ہیں۔ جن کی رو سے ہر اس شخص کو جو فوجی وردی پہنے گا۔ عمر قید کی سزا دی جا سکے گی۔ اور مورچے قائم کرنیوالوں یا اس مقصد کے لئے ناکہ بندی کرنے والوں یا سرکاری مال کو کسی قسم کا نقصان پہنچانیوالوں کو موت کی سزا دی جا سکے گی۔

واشنگٹن ۲۹ جنوری۔ کل امریکہ کے وزیر حرب نے ایک بیان میں بتایا۔ کہ ۳۰ جون ۱۹۴۶ء سے پہلے پہلے ہندوستان ایران اور مڈل ایسٹ سے امریکی فوجیں واپس بلا لی جائینگی۔

بٹاویہ ۲۹ جنوری۔ انڈونیشی ری پبلک کے وزیر اعظم سلطان شہریار نے کل ایک بیان میں بتایا۔ کہ انڈونیشی حکومت نے مجھے ڈاکٹر فان مک سے صلح کی شرائط طے کرنے کا اختیار دے دیا ہے۔ حکومت نے آئندہ کے لئے پروگرام بھی وضع کر لیا ہے۔ تاکہ اگر یہ صلح کی گفتگو ناکام رہے۔ تو اسے اختیار کیا جائے۔

دہلی ۲۹ جنوری۔ ہندوستان میں ایئر فورس کے سب سٹیشنوں میں کئی روز سے جو ہڑتال جاری ہے۔ کل اس کے بارے میں برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ایٹلی ایک بیان دیں گے۔

مدراس ۲۹ جنوری۔ گورنر مدراس کے مشیر نے کل گاندھی جی سے ملاقات کی۔ جس میں مدراس

یں چاول کی درآمد کے متعلق گفتگو کی۔

الہ آباد ۲۹ جنوری۔ آل انڈیا ایڈیٹرز کانفرنس ۱۶ و ۱۷ فروری کو الہ آباد یونیورسٹی کے سنٹرل کالج میں منعقد ہوگی۔ سٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس کارروائی شروع ہونے سے ایک دن قبل ہوگا۔

رنگون ۲۹ جنوری برما کے سابق وزیر اعظم جنرل اوسو نے کل ایک بیان میں بتایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ نے برما کو آزاد کر دینے کا پختہ فیصلہ کر لیا ہے اور اگر میرا یہ خیال درست ہے۔ تو حکومت کو اس کے لئے وقت کی تعیین کر دینی چاہئیے۔ برطانیہ کے پیش کردہ قرطاس ابیض کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ میں اسے تسلی بخش نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس میں برما کے مستقبل کے متعلق صاف طور پر کچھ نہیں کہا گیا۔

برلن ۲۹ جنوری۔ روسی ملٹری کورٹ میں جن ۱۰ جرمن جنگی مجرموں کے خلاف مقدمہ چل رہا تھا۔ ان سب پر فرد جرم عائد کر دیا گیا ہے۔ آج ایک فیصلہ سناتے ہوئے عدالت نے تین جرنیلوں کی موت کی سزا دی۔

دہلی ۲۹ جنوری۔ کل ایک بیان دیتے ہوئے مولانا ابو الکلام آزاد نے بتایا۔ کہ یو۔ پی کے جن امیدواروں کی درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ ان کے متعلق آخری فیصلہ کر کے صوبائی کانگرس کے صدر کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ اب کسی درخواست پر نظر ثانی نہ ہو سکے گی۔

کراچی ۲۹ جنوری۔ اس وقت تک سندھ اسمبلی کے ۱۱ مسلم لیگی۔ اٹھارہ کانگرسی اور کچھ آزاد ممبروں کی کامیابی کا اعلان ہو چکا ہے۔

نئی دہلی ۲۹ جنوری۔ آج بھی سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی میں برٹن ووڈ کے مالی معاہدہ پر بحث ہوئی۔ کہ آیا حکومت ہند کو اس میں شامل ہونا چاہئیے یا نہیں۔ اس ضمن میں تین ترمیمیں پیش ہوئیں (۱) ۹ ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جو اس معاہدہ میں شامل ہونے کے بارے میں غور کر کے رپورٹ کرے۔ (۲) جب تک یہ کمیٹی اپنی رپورٹ پیش نہ کرے حکومت ہند انٹرنیشنل فنڈ یا بینک کے بارے میں کوئی کارروائی نہ کرے (۳) اس میں حکومت کی مذمت کی گئی تھی۔ کہ اس نے لیجسلیٹو کی منظوری کے بغیر برٹن ووڈ میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ پہلی دو ترمیمیں بغیر رائے شماری پاس ہو گئیں۔ لیکن تیسری کے متعلق رائے شماری پر مخالف اور موافق ۵۳-۵۳ ووٹ آئے۔ اور پریذیڈنٹ نے اپنا کاسٹنگ ووٹ ترمیم کے حق میں دے کر اسے پاس کر دیا۔

ایک اور امیدوار اسمبلی کے متعلق اعلان

سابقہ تسلسل میں ایک اور امیدوار اسمبلی کو امداد دینے کے بارہ میں اعلان کیا جاتا ہے۔

دیہاتی حلقہ ہائے انتخاب

(۱) مغربی ہوشیار پور۔ رانا محمد حسین صاحب۔ یونینسٹ۔

(ناظر امور عامہ)

لاہور ۲۹ جنوری۔ لاہور ہائی کورٹ میں صوبیدار شنگھارا سنگھ۔ اور جمعدار فتح خاں کی جو درخواست فوجی عدالت میں مقدمہ روک دینے کی پیش تھی۔ آج اسے مسترد کر دیا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا۔ کہ فوجی عدالت مقدمہ کی سماعت کر سکتی ہے۔

کلکتہ ۲۹ جنوری۔ برطانوی پارلیمانی وفد کے کچھ ممبر جمشید پور اور بنارس روانہ ہو گئے ہیں۔

یہ قربانیوں کا زمانہ ہے

فرمایا:۔ "یاد رکھو! ہمارا زمانہ قربانیوں کا زمانہ ہے۔ ہمارا زمانہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کا زمانہ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے بعد تیرہ سو سال تک جو کسی کو نہیں مل سکا۔ وہ آج حاصل ہو سکتا ہے۔"

اس کا ایک ذریعہ تحریک جدید کے دفتر اول کے بارھویں سال میں شامل ہونا ہے۔ یا وہ جو اب تک تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے۔ وہ تحریک جدید کے دفتر دوم کے سال دوم میں شامل ہوں۔ اس طرح کہ اپنی ایک ماہ کی پوری آمد دے کر اور اگر پوری نہ دے سکتے ہوں۔ تو ¾ حصہ دیکر۔ اگر یہ بھی نہ دے سکتے ہوں۔ تو ½ حصہ دے کر شامل ہوں۔

(فنانشل سیکرٹری تحریک جدید)